ایک تباہ کن فتنہ

مدیر کے قلم سے

کسی بھی دینی تحریک کے کامیابی سے ہم کنار ہونے کے لئے کچھ شرطیں اور کچھ تقاضے ہیں۔ بہت ساری اسلامی تحریکیں صرف اس لئے ناکام ہوجاتی ہیں کہ انہوں نے انتخاب تو اسلام کے نفاذ اور دینی انقلاب کے راستے کا کیا ہوتا ہے لیکن وہ اس راہ کے تمام تقاضوں اور شرطوں کی رعایت کے ساتھ آگے نہیں بڑھتیں اور ظاہر ہے کہ منزل تک پہنچنے کے لئے، راستے کی مسافتیں صرف نعروں سے طے نہیں ہوتیں، بلکہ کھوکھلے نعروں اور جھوٹے پروپیگنڈوں کی دھول میں، روشن سمتیں بھی دھندلا جاتی ہیں......... کتنی تحریکیں، ایک غلغلے کے ساتھ اٹھیں اور آندھی کی طرح گزر کر فنا ہوگئیں۔ عالمِ اسلام میں اٹھنے والی ماضی قریب کی اسلامی تحریکوں کی ناکامی کے متعدد اور متنوع اسباب بتائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک سبب خودنمائی اور نمائش کا وہ روگ ہے جو کسی اسلامی تحریک کی قیادت کو ایک بار لگ جائے تو پھر وہ اس سے بہت کم جان بر ہوسکتی ہے۔ آج کا دور، بطور خاص میڈیا اور پبلسٹی کا دور ہے، کسی بھی میدان میں آگے بڑھتے ہی، انسان کیمروں کی نظر میں آجاتا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر اس کی تصویریں ریلیز ہونا شروع ہوتی ہیں تو خلوص سے اٹھنے والے بہت سے قدم نمائش کے عادی ہوجاتے ہیں، اصل منزل نظروں سے اوجھل ہوجاتی ہے اور پاکیزہ تمناؤں کی جگہ خودبینی وخودنمائی کی خواہش جڑ پکڑ لیتی ہے۔ یوں تحریک کا بلند ہدف نام ونمود کے وقتی شوق میں تحلیل ہوکر فنا ہوجاتا ہے۔

مختلف اسلامی تحریکوں کی قیادت سے وابستہ کئی لوگوں کو ہم نے دیکھا، وہ صبح اٹھتے ہیں تو ان کی بے تابی قابلِ رحم ہوتی ہے۔ بڑی بے چینی کے ساتھ وہ اخبارات میں اپنی تصویریں تلاش کرتے اور بیانات ناپتے ہیں۔ بعضوں کے ہاں ایک سیکرٹری کا تقرر تو صرف اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ان کی طرف سے بلاناغہ میڈیا کو بیان جاری کرے، ایک ایسا بیان جس کا اول وآخر مقصد، اگلے دن کے اخبارات میں نام ونمود کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس طرح تحریک کے ارفع مقصد کے حصول کے لئے ان کا کردار دھیما پڑجاتا ہے اور وہ سحرگاہی کی آہوں سے بے نیاز ہوکر، ایک بارگاہ کے حضور، گڑگڑانے کی روش تیاگ دیتے ہیں۔ بھلا کوئی اسلامی تحریک، نیم شبی نالوں کے بغیر کامیاب ہوئی ہے؟...... ہماری نظر میں، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ ماضی قریب کی تحریک ختم نبوت، بڑی کامیاب اور بارآور رہی۔ اکابر کے ہاتھوں میں اس کی قیادت تھی، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تحریک کے قائدین میں سے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ایک سفر میں ان کے ساتھ تھے۔ مولانا اس سفر کی سرگزشت میں لکھتے ہیں:

''کوئٹہ کے سفر میں احقر، علامہ بنوری رحمہ اللہ کے ہمراہ تھے۔ یہاں مولانا کو کل چوبیس گھنٹے ٹھہرنا تھا جس میں تین

مجلسوں سے خطاب کرنا تھا۔ایک پریس کانفرنس تھی، گورنر بلوچستان سے ملاقات تھی اور عشا کے بعد جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ عام تھا۔ سارا دن مولانا کو ایک لحہ بھی آرام نہ مل سکا اور رات کو جب ہم جلسہ سے فارغ ہو کر آئے تو بارہ بج چکے تھے، خود میں تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا۔ مولانا تو یقیناً مجھ سے زیادہ تھکے ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد میں سو گیا، رات کے آخری حصے میں آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مولانا کی چارپائی خالی ہے اور وہ قریب بچھے ہوئے ایک مصلے پر سجدے میں پڑے ہوئے سسکیاں لے رہے ہیں۔ اللہ اکبر! ایسے سفر، اتنے تھکان اور مصروفیت میں بھی نالۂ نیم شبی جاری تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے تو ایک ندامت ہوئی کہ مولانا اپنے ضعف، علالت اور سفر کے باوجود بیدار ہیں اور ہم صحت مند اور نو عمری کے باوجود محو خواب اور دوسری طرف یہ اطمینان بھی ہوا کہ جس تحریک کے قائد کا رشتہ ایسے ہنگامہ دار و گیر میں بھی اپنے رب سے اتنا مستحکم ہو ان شاء اللہ ناکام نہیں ہو گی۔ اس زمانے میں ملک بھر میں مولانا کا طوطی بول رہا تھا، اخبارات مولانا کی سرگرمیوں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے اور ان کی تقریریں اور بیانات شہ سرخیوں سے شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو میزبانوں نے اخبارات کا ایک پلندہ لاکر مولانا کے سامنے رکھ دیا۔ یہ اخبارات مولانا کے سفر کوئٹہ کی خبروں، بیانات، تقریروں اور تصویروں سے بھرے ہوئے تھے۔ مولانا نے یہ اخبارات اٹھا کر ان پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر فوراً ہی انہیں ایک طرف رکھ دیا''۔ اس کے بعد جب کمرے میں کوئی نہ رہا تو احقر سے فرمایا:

''آج کل کوئی تحریک دین کے لئے چلائی جائے اس میں سب سے بڑا فتنہ نام و نمود کا فتنہ ہے۔ یہ فتنہ دینی تحریکوں کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ مجھے بارہا یہ ڈر لگتا ہے کہ میں اس فتنے کا شکار نہ ہو جاؤں اور اس طرح یہ تحریک ڈوب نہ جائے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس فتنے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے ورنہ ہمارے اعمال کو تو بے وزن بنا ہی دے گا۔ اس مقدس تحریک کو بھی لے کر بیٹھ جائے گا''۔

یہ بات فرماتے ہوئے مولانا کے چہرے پر کسی تصنع یا تکلف کے آثار نہ تھے بلکہ دل کی گہرائیوں میں پیدا ہونے والی تشویش نمایاں تھی''۔

۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کی مہم زوروں پر تھی، اسلام آباد میں مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں اکابر جمع تھے حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کی جماعت کی طرف سے قومی اسمبلی میں نمائندہ مقرر کر دیا گیا، انہوں نے اسمبلی کا معرکہ لڑا اور متفقہ قرارداد منظور کرانے کے بعد مجلس کے دفتر پہنچے تو حضرت بنوریؒ مصلے پر سجدہ ریز تھے، گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے، آنسوؤں سے داڑھی تر تھی۔ حضرت مفتی صاحب نے انہیں خوشخبری سنائی تو وہ روتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے ''اللہ! ہم آپ کا شکر کیسے ادا کریں، آپ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے''...... تحریک ختم نبوت کی قیادت کے اس خلوص وللّٰہیت ہی کی برکت اور نتیجہ تھا کہ یہ تحریک کامیاب ہوئی اور ۱۹۷۴ء کو باقاعدہ دستور میں قادیانیوں کو ''غیر مسلم'' قرار دیا گیا۔

ستر کی دہائی میں ایک اخبار ''صداقت'' کافی مشہور تھا، غالباً مشتاق رانا اس کے پبلشرز تھے، وہ چند وجوہ کی بناء اخبار فروخت کرنا چاہ رہے تھے، حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ سے بعض علماء نے کہا کہ دوسری سیاسی جماعتوں کے اخبارات ہیں، جمعیت علمائے اسلام کے آرگن کے طور پر اگر اسے خرید لیا جائے تو جماعتی پبلسٹی کے لئے بہت مفید رہے گا، مفتی صاحب نے بغیر کسی توقف کے برجستہ وہ حدیث سنائی جس میں ہے کہ بندہ اپنے اعمال صالحہ سے اللہ کی

محبوبیت حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے اولاً آسمانی مخلوق اور پھر اہل دنیا میں اس کی محبوبیت کا اعلان کراتے ہیں،...... فرمایا کہ ہمیں اس خداوندی تشہیر اور پبلسٹی پر یقین رکھنا چاہیے، کسی نے ان سے کہا کہ اخبارات میں تو آپ کی تصویریں بھی چھپتی ہیں؟ فرمایا آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اپنی تصویر کھنچوانے کے لئے خود تحریک پیدا کی ہو۔

اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ کسی اچھے کام کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے اور اسے عام کرنے کے لئے جائز تشہیری ذرائع اختیار نہ کئے جائیں، بلاشبہ نیکی کو پھیلانا اور اس کی جائز تشہیر کرنا خود نیکی اور دعوت کے زمرے میں داخل ہے...... خطرہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں آدمی کا مطمح نظر، اپنی ذات کی نمود اور اپنے نام کی نمائش بن جائے، ذاتی مفادات کی الجھنوں میں الجھ کر نظروں کے سامنے سے کسی انقلاب اور تحریک کا وہ پاکیزہ ہدف اوجھل ہو جاتا ہے جس کے حصول کے سودا میں ایک جان کیا، ہزاروں جانوں کا زیاں بھی تمام نفع ہے۔ بعض صوفیاء نے ''حب جاہ'' کو ام الامراض قرار دیا ہے، نام و نمود کی خواہش اسی مرض کا اثر ہے جس سے ٹھوس حقائق پیچھے چلے جاتے ہیں اور انسان سطحیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ میڈیا بلاشبہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے لیکن اسے فتح و شکست کا اول و آخر معیار قرار دینا قرین انصاف نہیں۔ اس وقت برصغیر میں سب سے بڑا اجتماع تبلیغی جماعت کا ہوتا ہے جو حج کے بعد مسلم دنیا کا عظیم ترمجمع ہوتا ہے...... لیکن اس کے لئے آج کے دور کے پبلسٹی کے معروف ذرائع میں سے ایک بھی اختیار نہیں کیا جاتا، اخبارات میں اشتہارات آتے ہیں، نہ ٹی وی چینلوں پر سلائیڈ چلتی ہے، حدود شریعت کی پوری پوری رعایت کے ساتھ، محلے محلے، قریہ قریہ ایک آواز گونجتی ہے اور حقیقی معنوں میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے۔

ایک روح پرور اور ایمان افروز منظر کے ساتھ...... دین کی بات کی جاتی ہے، دل کی دھڑکنوں اور جگر کے سوز و تڑپ کے ساتھ، بالکل سادہ اسلوب میں اسلام کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے...... نہ اسٹیج سیکرٹری ہوتا ہے اور نہ ہی بیان کرنے والے کو القابات کے ساتھ اعلان کر کے بلایا جاتا ہے، جماعت ہی سے وابستہ بعض مقبول ترین مقررین کو بسا اوقات بیان کے لئے اس مصلحت کے تحت وقت نہیں دیا جاتا کہ کہیں آنے والے، تحریک کے اصل مقصد اور ہدف کی بجائے، خطابت کی خوشنوائی ہی کو مقصود نہ سمجھ لے، جس سے ایک وقتی اور جذباتی تاثر تو ضرور پیدا ہوتا ہے لیکن اسلام اور اس کے اعمال، اس کے تقاضے، اس کے آداب، غیر مستحکم وقتی جذبوں سے کبھی زندہ نہیں ہو سکتے، وہ تو مکمل شعور و آگہی کے ساتھ ایک مستحکم عقیدے، ایک مسلسل جدوجہد اور زندگی بھر کے نباہ کا کام ہے۔ ان ہی ٹھوس بنیادوں کی وجہ سے جماعت کے خاموش انقلاب نے لاکھوں زندگیوں کو بدلنے اور امت کے بھٹکے ہوئے قافلوں کی راہ راست پر لانے کا وہ عظیم کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر گزشتہ صدیوں میں نہیں ملتی۔ مقصد یہ ہے کہ اجتماعی تحریکی اور سیاسی زندگی میں نام و نمود کا فتنہ، بڑی تیزی کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے اور انسان بہت آسانی کے ساتھ اس کا شکار ہو جاتا ہے اس لئے قدم قدم پر بڑی احتیاط، نگرانی اور اپنے نفس کے محاسبے کی ضرورت ہے۔ ☆...... ☆